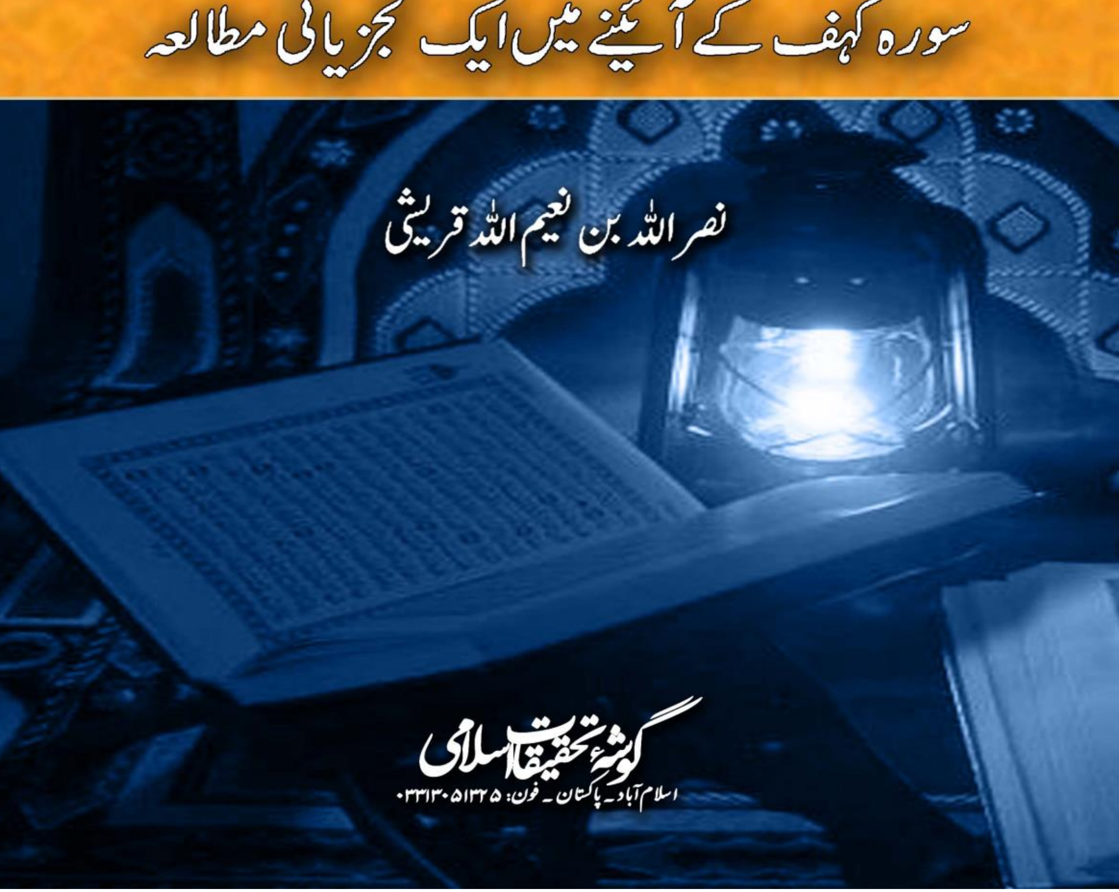
نوجوانوں کی کردار سازی

سورہ کہف کے آئینے میں ایک تجزیاتی مطالعہ



نصر اللہ بن نعیم اللہ قریشی

گوشۂ تحقیقات اسلامی
اسلام آباد۔ پاکستان۔ فون: ٠٣٣١٣٠٥١٣٢٥

Nojwano ki kirdar sazi...Surat Kahaf ky Ainy me
Author: Nasurullah Qureshi

نامِ کتاب: نوجوانوں کی کردار سازی، سورہ الکہف کی آئینے میں
مصنف : نصر اللہ قریشی
ایڈیشن : اول، جون ۲۰۱۶ء
ناشر : گوشۂ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

ABSTRACT

Youth of any nation plays a significant role in the progress and development of the society. In this article, an attempt has been made to discuss different aspects related to the character building of the young generation with special reference to Surah Al-Kahaf. Surah Al-Kahaf (the cave) focuses deeply and beautifully on beliefs, ideology, logics, social, moral and economic issues of the youth. In this Surah, Allah Almighty has mentioned examples of some famous stories for mankind. In this study, we have analysed these stories on thematic grounds. First of all, "story of companions of the cave" has been described briefly and basic principles and laws have been derived for the guidance of youngsters. Secondly, "the story of possessor of two gardens and his fellow" with its outcomes of economic fundamentals especially for young generation has been depicted in a lucid manner. Thirdly, meeting of Prophet Musa (عَلَيْهِ السَّلَام) and Khidhar (عَلَيْهِ السَّلَام) has been explained which contains acts of guidance for teachers and students. And fourthly "story of Zulqaranain" which focuses on principles of guidance to use power and wisdom for scientists, scholars, experts, rulers and leaders. These examples are role model and ideal pattern for the youngsters of present era, by following which success in the life and hereafter can be guaranteed.

***فہرست پر جانے کے لئے

قرآن مجید تمام انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ سرچشمۂ ہدایت ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾ [البقرة: ۱۸۵]

ترجمہ: (قرآن مجید) لوگوں کو ہدایت دینے والا اور (اس میں) روشن دلیلیں ہدایت دینے والیں اور حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والیں (ہیں)۔

اس آیتِ کریمہ میں واضح طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ یقیناً اللہ تبارک وتعالی نے اپنی کتاب قرآن مجید میں ہر طبقہ انسانیت کو باحسن طریق، زندگی بسر کرنے کے اصول وضوابط بیان فرمائے ہیں۔ اور چونکہ نوجوانوں کا گروہ تعلیم و تعلّم کے مراحل سے گذر رہا ہوتا ہے اس لئے اسکی سوچ وفکر اور قلب وذہن، من گھڑت اعمال واعتقادات سے منزہ ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن وسنت اس طبقہ کی تربیت پر زیادہ متوجہ رہا ہے۔ جس کی دلیل نبی کریم ﷺ کے اکثر صحابہ کرام ہیں؛ جو اپنی زندگی کے ایامِ شباب میں مشرف باسلام ہو کر تا قیامت آنے والی نسلِ انسانی کے لئے ہدایت کے درخشندہ ستارے بن گئے۔ یہ تمام لوگ ان الٰہی احکامات وتعلیمات پر عمل پیرا ہوئے جو نبی کریم ﷺ پر بصورت وحی نازل کئے گئے اور یہ عظیم تعلیمات ہمیں قرآن وسنت کی صورت میں اب بھی میسر ہیں۔

قرآن مجید کا بغور مطالعہ اس بات کا غمازی ہے کہ اس کی مختلف سورتیں نوجوانوں کے کئی تربیتی پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں اور خاص طور پر سورۂ کہف کا

انداز بیاں نوجوانوں کی اعتقادی، فکری، عقلی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی تربیت کے لئے انتہائی دلکش ہے۔

سورہ الکھف کا تعارف

سورۃ الکہف مکی ہے ترتیبِ قرآن میں ۱۸ نمبر ہے اور نزولِ ترتیب سے ٦٩ نمبر ہے یہ سورۃ سن ۵ نبوی کے بعد ہجرت حبشہ سے پہلے نازل ہوئی۔اس سورۃ میں (۱۱۰) آیات ہیں۔اس کی تلاوت روحانی و جسمانی فتنوں اور فسادوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ جیساکہ اس سورۃ کے فضائل میں وارد ہوا ہے کہ اس کی قراءت سے بندہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا[۱]۔

اس سورۃ کا نام ان نوجوانوں کی کہف (غار) پر رکھا گیا جنہوں نے ایمان کی حفاظت کے لئے اس میں پناہ لی۔ اور اس نام میں یہ بھی حکمت ہے کہ: ان نیک اور صالح نوجوانوں کا ذکر تا قیامت جاری رہے، جنہوں نے رب کی راہ میں قربانی دی اور آنے والی نسلوں کو اُن کی عزت و مرتبہ کا اندازہ ہوتا رہے۔[۲] اور یہ کہ: جو بھی فتنہ و فساد سے نجات کا طلبگار ہو وہ ان نوجوانوں کے عمل کو اپنے لئے نمونہ بنائے۔

پس منظر: جب نبی اکرم ﷺ اور مؤمنین کو دعوتِ حق کی راہ میں کفارِ مکہ نے سخت تکالیف وایذاء دینا شروع کیں اور نبی کریم ﷺ سے (روح، اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے متعلق) دریافت کیا تو اسکے تقریباً ۱۵ دنوں بعد یہ سورۃ نازل

فہرست پر جانے کے لئے***

ہوئی(۳) اور اس کے ذریعے مسلمانوں کو قلبی تسلی اور عقیدہ وایمان پر تکالیف ومشاکل کے باوجود ثابت قدم رہنے کی ہمت ملی۔

یہ سورۃ ان اساسی اور جوہری عناوین کے گرد گھومتی ہے جو اکثر نوجوانوں کے لئے فتنہ وفساد اور آزمائشوں کا سبب بنتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر کوئی بھی ذی عقل شخص ششدر رہ جائے؛ مثلا: فتنۂ شباب وشہرت، حکومت وسیاست، علم وحکمت، اہل وعیال، مال ودولت اور یاجوج وماجوج جیسے فتنے وغیرہ اور ان تمام مسائل وامراضِ معاشی ومعاشرتی سے قصص کے ذریعے آگاہ کیا گیا ہے اور ان امراض کا علاج کرتے ہوئے ایسے اساسی واصولی قواعد مہیا کئے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف ہمارا نوجوان ان فتن سے محفوظ رہ سکتا ہے بلکہ اپنے عقل وشعور کو صحیح سمت میں استعمال کر کے دنیا وآخرت میں کامیابی سے سرفراز ہو کر رب کی رضا بھی پا سکتا ہے۔

اس سے سابقہ سورۃ بنی اسرائیل میں تربیتی امور سے متعلق پچھلی امم کو دی گئی تعلیمات بیان کی گئیں ہیں(۴) جن میں تعمیر شخصیت کے بنیادی اصول بتائے گئے ہیں جبکہ سورۃ کہف میں ان بنیادی اصولوں پر عمل پیرا لوگوں کی مثالیں اور حقیقی واقعات اور انہیں درپیش مصائب ومشکلات کا علاج اور ذریعہ نجات بیان کیا گیا ہے۔

سورہ کہف میں جو قصص بیان ہوئے وہ تمام تر ایسے نوجوان مردوں سے متعلق تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں ثابت قدم رہ کر مشقتیں برداشت کیں لیکن سورۃ مریم میں حضرت مریم کی ولادت اور آپؑ کو درپیش مسائل وفتن کا ذکر ہے۔

فہرست پر جانے کے لئے***

آپ کو عورتوں کے لئے طاہرہ وطیبہ رہنے اور حفاظت عفت و عصمت میں نمونہ بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ (۵) سورۃ الکہف میں نوجوان مردوں کا لوگوں سے جدا ہو کر ویرانے میں جانے کی مثال ہے تو سورۃ مریم میں آپؑ کی مثال ہے کہ آپ نے ایک مخصوص جگہ بنالی تھی جہاں آپ لوگوں سے دور رہ کر مکمل یکسوئی کے ساتھ اللہ کی عبادت کیا کرتی تھیں۔ (۶)

اس سورۃ میں مجموعی طور پر چار قصے بیان کئے گئے ہیں اور یہ تمام تر زندگی کے تربیتی حصے یعنی جوانی سے تعلق رکھتے ہیں جب انسان کی جسمانی نشو ونما کے ساتھ ساتھ اسکی فکری سطح بھی پروان چڑھتی ہے اور اس کے عقائد واعمال درجہ رسوخ کو پہنچ کر اس کی بقیہ زندگی کی فطرت بن جاتی ہیں۔ ان قصوں میں قصہ اصحابِ کہف بھی ہے جس کی نسبت سے احادیث مبارکہ میں اس سورۃ کا نام سورہ کہف بیان ہوا ہے (۷)۔

نوجوانوں کردار سازی کے گوشے۔۔۔ سورہ کہف کے آئینے میں

جیساکہ پہلے بیان کیا گیا کہ ان قصص میں نوجوانوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی مختلف زاویوں سے اصلاح کی گئی ہے۔ اور یہاں بقدر ضرورت انہیں مختصراً بیان کر کے ان سے کردار سازی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

فہرست پر جانے کے لئے***

ا-اصحاب کھف اور نوجوان کی کردار سازی:

یہ قصہ چند مضبوط ایمانی قوت کے حامل نوجوانوں کا ہے۔ جنہیں نوجوانانِ کہف[٨] والرقیم[٩] سے جانا جاتا ہے اور قرآن مجید میں "فِتۡیَةٌ" [١٠] سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ قصہ اس سورہ مبارکہ کی آیت نمبر ۹ سے ۲۲ تک ذکر ہوا ہے۔

خلاصہ قصہ: یہ چند نوجوانوں کا گروہ جنہیں قوانین فطرت سے آگہی اور وصولِ حق کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اور ارد گرد کے جاہل لوگوں سے حفاظتِ ایمان کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے تو وہ اپنے اہل وعیال اور شہر کو چھوڑ کر ویران پہاڑی پر واقع ایک غار میں پناہ لینے کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں تو ایک کتا بھی انکے شامل کارواں ہو جاتا ہے اور بالآخر انہیں تین سو نو سال (قمری) نیند طاری ہو جاتی ہے اور اُدھر شہر کے لوگ نسل در نسل اس گروہ کی تلاش میں سر گرداں رہتے ہیں۔ اتنی طویل مدّت گذرنے کے باوجود بھی وہ بغیر کھائے پیئے دوبارہ بیدار ہوتے ہیں، تو شدت بھوک کی وجہ سے اپنے ایک ساتھی کو (منظّم طریقے سے) شہر کی طرف اچھا(پاکیزہ) اور مناسب مقدار میں کھانا خریدنے کے لئے بھیجتے ہیں تب معلوم ہوتا ہے کہ شہر کے حالات تو یکسر تبدیل ہو چکے ہیں۔ عام لوگوں کو اس کے قرائن و شواہد سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اُسی گروہ کا ایک ساتھی ہے جو تین صدیاں قبل شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ پھر شہر کے تمام لوگ بصورت لشکر اسکے ساتھ غار تک آتے ہیں یہاں تک کہ وہ اصحابِ غار سے ملتے ہیں اور ان کا ایمان بعث بعد الموت پر مضبوط ہوتا ہے (جو کچھ

فہرست پر جانے کے لئے***

عرصہ پہلے اختلافی مسئلہ بن چکا تھا)۔ اصحابِ کہف سے ملاقات کے بعد باقی لوگ واپس چلے جاتے ہیں اور انہیں دوبارہ نیند طاری ہو جاتی ہے۔ اور انکی وفات کے بعد ان کے غار کے اوپر مسجد تعمیر کی جاتی ہے اور یوں یہ قصہ مکمل ہوتا ہے۔

نوجوان کی کردارسازی: اس قرآنی قصہ میں حکمتِ ربانی کے تقاضہ کے مطابق؛ نہ مقامِ غار کا تعین کیا گیا ہے اور نہ ہی ان نوجوانوں کی تعداد کا تعین ہے۔ بلکہ اس قصہ میں جن چیزوں کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے ان کا تعلق زندگی کے اس حصہ سے ہے جب انسان جوانی کو پہنچتا ہے اور اسے فکر وخرد کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہی ہے لیکن مسئلہ معاش بھی لاحق ہوتا ہے اور مسئلہ معاش کے لئے وہ اپنے ایمان کو داؤ پر لگانے کو تیار ہو جاتا ہے۔ قصہ اصحابِ کہف کا نوجوان کی کردار سازی کے زاویہ سے مطالعہ کیا جائے تو درج ذیل اصول سامنے آتے ہیں :

۱- **حقیقی کامیابی کی اساس صحیح عقیدہ ھے:** زندگی میں عرصہ جوانی اس لئے بھی اہمیت کا حامل ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں انسان کی سوچ وفکر اور عقل وخرد مختلف مراحلِ تعلیم وتربیت سے گذر کر پروان چڑھتے ہیں اور نتیجتاً انسان ایک ایسے عقیدہ کا حامل ہو جاتا ہے جسے وہ تمام امور زندگی میں سامنے رکھ کر اپناور اپنے زیر اثر لوگوں کی زندگیوں کے اہم فیصلے کرتا ہے ۔ عقیدہ پر چونکہ دنیا وآخرت میں کامیابی کا دارومدار ہوتا ہے اس لئے اس قصہ اصحاب کہف میں سب سے پہلے اس عقیدے کو درست

رکھنے کا اصول بتایا گیا ہے اور یہ عقیدہ ہی تھا جس کی وجہ سے ان مالدار نوجوانوں نے اپنا مال و دولت اور اہل عیال چھوڑا۔ اس بات سے معلوم ہوا کہ کامیابی اور ناکامی کی اساس اور میزان صحیح عقیدہ ہے۔

۲۔ **حفظ ایمان اور شرک سے اجتناب مؤمن کی اولین ذمہ داری ہے:** ہم بحیثیت عبد اور بندہ فقط اپنے ایمان کی حفاظت میں کوشاں رہیں اور یہی فکر لاحق ہونی چاہیئے۔ اس لئے انسان کو ذہنی طور پر راہِ حق پہ چلتے ہوئے ہر وقت، ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار رہنا چاہئے اور عقیدہ کی حفاظت کے عملی نمونہ کے اظہار کے لئے کسی بھی بڑی سے بڑی قوّت کے سامنے ڈٹ جانا چاہئے۔ اور سب سے پہلے اچھے انداز سے دشمنان حق کو دعوتِ حق پیش کی جائے [۱۱] اور اس طریقہ سے مسئلہ حل نہ ہوسکے اور دفاعی قوت بھی دستیاب نہ ہو تو لامحالہ اللہ کی پیدا کردہ وسیع زمین میں حفاظتِ ایمان کے لئے اصحابِ کہف کی طرح [۱۲] نکل جانا بہتر حل ہے۔ اس کی مثالیں سیرت النبی ﷺ میں ہجرت حبشہ اولی وثانیہ اور ہجرت مدینہ کی صورت میں ملتی ہیں۔ اس عمل "عزلہ یا گوشہ نشینی" کی علماء و مفسرین نے بھی تائید کی ہے اور بوقت شدّت و عسر آبادی سے ویرانی و بیابانی کی طرف نکل جانے کے عمل کی صراحتاً اجازت دی ہے اور احادیث میں بھی غیر آباد علاقوں کی طرف نکلنے کو مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ [۱۳]

فہرست پر جانے کے لئے***

۳- **حفظ ایمان کا راز فقط لقمہ حلال ھے:** انسان اپنے بچپن کے دنوں سے جوں ہی شبابِ جوانی میں پہنچتا ہے تو وہ جسمانی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا تو ہو سکتا ہے لیکن معاشی ومالی طور پر بھی وہ کسی کی محتاجی کو باعث عار وشرم محسوس کرتا ہے اور بالآخر اسباب معاش کے حصول میں کوشاں ہو جاتا ہے۔ ہم اگر اپنے معاشرے کا اصحابِ کہف سے تقابل کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم جائز وسائل ہوتے ہوئے بھی ناجائز کی طرف دوڑتے رہتے ہیں لیکن ان (اصحابِ کہف نے) لوگوں کا تین سو سال کی بھوک وپیاس کے باوجود (ایھا ازکی طعاما) کہنا معنی خیز ہے کہ اللہ کے بندوں کو بھوک وپیاس کی کتنی ہی شدت ہو لیکن وہ اس وقت بھی (ازکی طعام) کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور ہمیں یہ درس دیتے نظر آتے ہیں کہ حق سے منحرف عقائد و نظریات سے دفاع فقط لقمہ حلال ہی سے ممکن ہے۔

علمی وتحقیق میدان میں مفید پھلو: قصہ اصحابِ کہف اپنے اندر مندرجہ بالہ پہلوؤں کے ساتھ ساتھ نوجوان کو علمی میدان میں پروان چڑھانے میں بھی اہم اصول بتاتا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- **تحقیقی امور میں الٰھی تعلیمات (قرآن) کو ترجیح دی جائے:** قصہ اصحاب کہف کی ابتداء میں لفظ (رقیم) استعمال کیا گیا ہے جس کے علماء ومفسرین نے کئی معانی بیان کی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ

فہرست پر جانے کے لئے***

رقیم کا معنی: کتاب مقدس کا نسخہ ہے جو ان نوجوانوں کے ساتھ تھا اور یہ کتاب ان کی دینی کی تعلیمات کا مجموعہ تھا۔ (۱۴)اس سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ ایک عالم و محقق کو چاہئے کہ وہ کتاب اللہ (قرآنِ پاک) جو تعلیمات اسلام کی اصل اولیں ہے؛ کو سلف صالحین کی سنت کے مطابق علمی و عملی میدان میں اپنا اوّلین رفیق بنائیں اور اس کی تلاوت سے اپنی زبان و قلب کو مزین و منور رکھے ہوئے اس کتابِ الٰہی کی معانی و مفاہیم سمجھ کر اپنی فکر و عمل کی تصیح کرتے ہوئے الٰہی تعلیمات کو اپنے تحقیقی امور میں ترجیحی مقام دیں۔ کیونکہ اسی کتاب سے اس قوم کا عروج وزوال وابستہ ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد اقبالؒ:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر،
اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر (۱۵)

۲- حصول علم میں متخصص عالم سے ھی رجوع کیا جائے:

قصہ اصحابِ کہف کے بعد کی آیات میں ربِ کریم نے نبی کریم ﷺ کو یہ امر فرمایا کہ آپ ان اصحابِ کہف کے بارے میں ان (بے علم) لوگوں سے دریافت نہ کریں ﴿وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا﴾ [الکھف: ۲۲] بلکہ عالم و محقق کی طرف رجوع کیا جائے اور اسی کی بات پر اکتفیٰ کیا جائے۔

۳- تحقیقی عمل سے ایسی چیزیں سامنے لائی جائیں جو بیک وقت مفید اور ثابت شدہ ہوں:

تحقیقی امور میں حتی المقدور فضول و بے

فائدہ چیزیں بیان کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ جیسا کہ سنتِ الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ میں اور دوسرے قرآنی قصص میں بھی ایسی مفید چیزیں ذکر کی ہیں جن میں کوئی نہ کوئی حکمت یا لطیف نکتہ مضمر ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی نے اس قصہ اصحابِ کہف میں ان نوجوانوں کی تعداد اور مقامِ کہف وغیرہ- جو غیر اہم تھے - پر زور نہیں دیا بلکہ اہم اور نصیحت آموز پہلو بیان کئے ہیں مثلا: وہ ایسا گروہ تھا جو تمام معاشرہ سے ایمان باللہ کی وجہ سے ممتاز تھا اور وہ اس ایمان کی حفاظت کے لئے آخری حد تک کوشاں رہا۔ دوسرا یہ کہ: یہ گروہِ نوجواناں دنیاوی اسباب وفطری لوازم کے بغیر ۳۰۰ سے زائد سال زندہ رہے اور انہیں اس کا یقین بھی نہ ہوا۔

۴- **تحقیقی نتائج میں حق بات بتانا اور اسے تسلیم کرنا:** اللہ تبارک وتعالی نے اس گروہ نوجواناں کی تعداد میں لوگوں کے مفروضے بیان کرتے ہوائے ہیں ارشاد فرمایا ہے:

﴿سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا﴾ [الکهف: ۲۲]

ترجمہ: عنقریب لوگ کہیں گے وہ تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا اور (بعض) کہیں گے وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا یہ تمام اقوال اٹکل پچو پر مبنی ہیں اور (بعض) کہیں

گے وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا، آپ کہیے کہ میرا رب ہی ان کی صحیح تعداد کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے، ان کو صرف چند لوگ جاننے والے ہیں سو آپ ان کے متعلق صرف سرسری بات کریں اور ان کے متعلق اہل کتاب سے کوئی سوال نہ کریں۔

اس آیت میں لفظ ﴿رجما بالغیب﴾ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر کسی کو اپنی طرف سے گھڑی ہوئی باتیں اور مفروضہ اچھے لگتے ہیں۔ مگر کسی محقق کو یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنی باتوں کو کمزور اور منگھڑت شواہد پر مبنی کرے جیسا کہ اصحابِ کہف کی تعداد کے بارے میں لوگوں نے کیا بلکہ محقق کو چاہئے کہ وہ ثابت شدہ باتیں عوام کے سامنے رکھے اور اور اگر اسی کا عمل تحقیق اسی کے مفروضہ کے خلاف ہو تو اسے چاہئے کہ وہ کفارِ مکہ کی طرح (تکبر) نہ کرے بلکہ حق ثابت ہونے کے بعد اسے تسلیم کرے۔ یہ اصول قصہ اصحاب کہف کی تکمیل کے بعد دوبارہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ}

[الکھف: ۲۹]

ترجمہ: اور آپ کہیے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

اور ایمانی تحقیق کے بارے میں توجہ دلائی گئی کہ جس طرح تحقیق کے میدان میں ثابت شدہ امور کو تسلیم کیا جاتا ہے اسی طرح عقائد میں بھی

فہرست پر جانے کے لئے***

ثابت شدہ عقائد کو قبول کیا جائے اور بلا دلیل ایسے عقائد (اپنے ہاتھ سے بنائے گئے بتوں کی عبادت وغیرہ) صریح گمراہی ہیں اور صاحب علم و تحقیق کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اس طرح کے من گھڑت عقائد تسلیم کرلے۔

۵- **مجہول امور کو اللہ پر چھوڑنا:** بھرپور کوشش کے باوجود بھی اگر کسی امر میں حق واضح نہ ہو تو اس امر کو عالم الغیب (اللہ) کی طرف تفویض کرتے ہوئے سکوت اختیار کیا جائے اور تحقیق جاری رکھی جائے۔

۶- **حفاظِت آثار:** لفظ الرقیم کا ایک معنی علماء ومفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر ظالم بادشاہ کے دو وزراء (جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے) نے اصحابِ کہف کے اسماء وواقعہ لکھ کر محفوظ کر لئے تھے اسی لئے یہ واقعہ اس علاقہ کی تاریخ بن چکا تھا[۱۶] جس وجہ سے ان نوجوانوں کو اصحاب الرقیم بھی کہا جاتا ہے۔ان کے قصہ میں لفظ "رقیم" اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جس طرح وزراء نے ان اصحاب کے تاریخی واقعہ کو محفوظ کیا اور آئندہ نسلوں میں منتقل کیا اسی طرح ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اہم واقعات کو آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کریں اور انہیں اپنی اولاد میں سینہ بہ سینہ منتقل بھی کریں۔[۱۷]

دیگر ضمنی تربیتی پہلو: قصہ اصحابِ کہف میں درج بالا اصولوں کے علاوہ کچھ ضمنی تربیتی پہلو بھی ہیں جو ہماری روزانہ کی معاشی و معاشرتی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱. **خریداری بقدرِ حاجت کی جائے اور ذخیرہ اندوزی سے اجتناب کیا جائے:** بھوک کی شدت کے باوجود ان نوجوانوں کے سردار نے اپنے ایک ساتھی کو شہر کی طرف بھیجتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ تمام تر کھانا لیکر آؤ بلکہ قرآنی الفاظ ہیں کہ: ﴿بِرِزْقٍ مِّنْهُ﴾ [الکہف: ۱۹] یعنی پاک کھانا خریدتے وقت اس رزق سے کچھ (بقدرِ حاجت) خرید لاؤ(۱۸) (اور دوسروں کے لئے کچھ بچاؤ)۔

۲. **خرید وفروخت کرتے وقت مخالف سے بھی اچھا سلوک کیا جائے:** اصحاب کہف تین صدیاں قبل جب شہر سے ہجرت کر گئے تھے تو اس وقت تمام لوگ عقائدی اور نظریاتی بنیاد پر ان کے سخت مخالف تھے لیکن شدت بھوک کے باوجود ان صالح نوجوانوں کا سردار خرید وفروخت میں نرم رویہ اور اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ایک تو طعام پاک ہو دوسرے بقدر حاجت ہو اور تیسرا یہ کہ ﴿وَلْيَتَلَطَّفْ﴾ [الکہف: ۱۹] یعنی ان لوگوں کے ساتھ طعام خریدتے وقت اچھا سلوک کرے(۱۹) اور لطف واحسان سے پیش آئے۔

فہرست پر جانے کے لئے***

۳. **رجما بالغیب سے اجتناب کرنا:** سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشکوک چیزوں کی تحقیق جاری رکھی جائے اور مفروضہ بنا کر اس کی حقیقت تک تہذیب وسلیقہ یعنی دلائل وشہادات کے ساتھ ہی پہنچا جائے رجما بالغیب (من گھڑت) باتوں کو قولِ محقق نہ بنایا جائے۔

۴. **تنظیمی ذمہ داریوں کو قبول کرنا اور بھرپور طریقے سے سرانجام دینا:** معاشرے میں کسی بھی کام کو احسن انداز میں سرانجام دینے کے لئے تنظیم وانجمن کی بنیاد رکھی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے اجتماعی ہدف تک جلد اور منظّم انداز میں پہنچ سکیں۔ اصحابِ کہف کے قصہ میں یہ درس دیا گیا ہے کہ گروہی انداز سے کام کرنے کے لئے ہر ایک فرد کو اپنے اجتماعی مقاصد کے حصول کے لئے لازمی طور پر (مالی وجانی) قربانی دینا ناگزیر ہے۔ اور اگر کسی ایک پر کوئی ذمہ داری سونپی جائے تو اسے چاہئے کہ وہ انکار کرنے کی بجائے اس ذمہ داری کو احسن انداز سے پایہ تکمیل تک پہنچائے اور انفرادی مقاصد واہداف کو قربان کر کے اجتماعی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اسی بات کو آیت [الکھف: ۱۹] میں بیان کیا گیا ہے کہ اس نوجوانوں کے گروہ نے ایک فرد کو ان سخت حالات میں دشمنوں کے درمیان جاکر کھانا خریدنے کی ذمہ داری سونپی اور اس نے بلا جھجک

فہرست پر جانے کے لئے***

اسے قبول کیا اور تنظیمی امور میں اجتماعی مقاصد کو اہمیت واولیت دی۔ بقول اقبال: ع: فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں [۲۰]

۵. **بالآخر نصرت وفتح اصحاب حق کے حصہ آتی ہے:۔** وقت وحالات چاہے کس طرح کے بھی ہوں اگر بندہ حق پر ثابت قدم رہے تو اللہ کی مدد ونصرت سے اصحابِ حق ہی فتحمند ہوتے ہیں۔ اس کی ایک مثال اصحابِ کہف کا قصہ بھی ہے کہ تین صدیوں بعد بھی انہیں کامیابی وکامرانی ملی اور رہتی دنیا تک ان کا ذکر جاری رہے گا۔ اسی طرح سیرت نبی ﷺ میں ہمارے سامنے ہجرت کا واقعہ ایک عظیم مثال ہے : جب آپ کریم ﷺ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اس وقت کفار ومشرکین مکہ لاکھ کوششوں کے باوجود نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچانے میں ناکام رہے اور نتیجتًا اپنی آنکھیں ہی ملتے رہے [۲۱] اور نبی کریم ﷺ بحفاظت مدینہ طیبہ تشریف لے آئے جہاں سے اسلام کی ترویج ہوئی اور بالآخر پورے عالم میں اسلام کا نور پھیلا اور دنیا پر واضح ہوا کہ عارضی مشکلات اور تکالیف کے باوجود حقیقی اور مستقل فتح بالآخر حق کی ہی ہوتی ہے [۲۲]۔

۶. **حق کا ادنیٰ سپاہی بھی معزز ہے:** حق کا ساتھ دینے والا شخص کتنا ہی معاشی طور پر کمزور ہو اسے حق کی معیت ومدد کا موقعہ دیا جائے جس

طرح اصحابِ کہف نے ایک ایسے جانور کو اپنی معیت میں رکھا جسے عمومی طور پر معیوب اور نجس سمجھا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اس پر صفت "وفاداری" غالب ہوئی اور ان نوجوانوں کا ساتھ دیا تو عند اللہ معزز قرار پایا اور کلام اللہ میں اس کا ذکر تا قیامت باقی رہے گا اور باعثِ اجر و ثواب بلکہ نصیحت آموز بن گیا۔ یہی درس اصحابِ کہف کے قصہ کے بعد نبی کریم ﷺ کے توسط سے امت کو واضح الفاظ میں دیا گیا ارشاد ربّانی ہے کہ :

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ﴾ [الکھف: ۲۸]

ترجمہ : اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ لازم رکھیں جو صبح اور شام اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے اس کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی آنکھیں ان سے نہ ہٹائیں۔

اس ارشاد ربانی کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ غریب و کمزور اصحاب کے ساتھ اور زیادہ محبت کرنے لئے جن کے ساتھ کفارِ مکہ کے سردار بیٹھنا بھی اپنی شان کے لائق نہیں سمجھتے تھے۔اور ایک قول کے مطابق یہ آیت اصحابِ صفہ کے لئے نازل ہوئے اور نبی کریم ﷺ نے اس آیت کے نزول پر شکر بجالاتے ہوئے کہا کہ : تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ (اہل صفہ) بنائے جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم

فہرست پر جانے کے لئے***

دیا گیا ہے۔[۲۳]۔ اور امت کو باور کرایا گیا کہ حق کا کوئی سپاہی بھی ادنی نہیں ہوتا بلکہ وہ لائق صد تکریم واحترام ہوتا ہے۔

۷. **ان شاء اللہ کھنے کی تربیت:** نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چونکہ بحیثیت معلمِ امت تھے اس لئے آپ کریم ﷺ کو ان شاء اللہ کہنے میں بھلادیا جانا[۲۴] ہمارے لئے باعثِ تربیت بنا اور فرمایا: نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھا میں تمھیں کل اس کی خبر دے دوں گا اور آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تھے۔ آپ کے بھول جانے میں امت کے لئے رحمت ہے، پہلی رحمت تو یہ ہے کہ آپ کے بھول جانے کی وجہ سے یہ آیتیں نازل ہوئیں اور یہ بات ازل میں مقرر تھی کہ آپ بھولیں گے اور یہ آیات نازل ہوں گی۔ دوسری رحمت یہ ہے کہ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ان شاء اللہ کہنا بھول جائے تو وہ اس کا کس طرح تدارک کرے۔

۲-صاحب الجنتین کا واقعہ اور نوجوان کی کردار سازی:

اصحاب کہف جیسے واقعات تو دنیا میں خال خال ہی نظر آتے ہیں جس کی اہم وجہ اخلاقی وایمانی کمزوری ہوتی ہے کیونکہ ایسے لوگ جو حق آشنا، عالی ہمت اور بلند حوصلہ رکھتے ہوں شاذونادر ہی پیدا ہوتے ہیں۔

ع: ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا[۲۵]

فہرست پر جانے کے لئے***

لیکن "دو باغوں والے" شخص جیسے واقعات تقریباً روزانہ ہمارے مشاہدے میں آتے ہیں۔ اس لئے اصحابِ کہف کے قصہ کے بعد کچھ وعظ و نصیحت کے بعد دو باغوں والے کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو آیت نمبر ۳۲ سے ۴۴ تک ہے۔ اس قصہ کا خلاصہ درج ذیل ہے:

خلاصہ قصہ: اللہ تعالیٰ نے (بنی اسرائیل کے دو بھائیوں) کی خبر دی جو اپنے باپ کی طرف سے مال کثیر کے وارث ہوئے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق کہ وہ آٹھ ہزار دینار کے وارث تھے۔[۲۶] ان دو میں سے ایک مومن تھا اس نے اپنا حق وصول کیا اور اس کو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس کی راہ میں خرچ کر دیا۔ دوسرا کافر تھا اس نے اپنا حق وصول کیا اور اس سے دو باغ بنا لئے جو ہر لحاظ سے رومانوی اور دل مولینے والے مناظر پیش کرتے تھے۔ اور راہ خدا میں کچھ بھی خرچ نہ کیا۔ بعد میں ان دونوں بھائیوں کے درمیان مکالمہ ہوتا ہے۔ جس میں ایک طرف مالدار اپنے مال واسباب پر تکبر وغرور اور اپنا استحقاق جانتے ہوئے غریب (بھائی) کو کمتر جانتا ہے۔ جبکہ صاحب ایمان مگر غریب (بھائی) اسے وعظ و نصیحت کرتے ہوئے انسان کی مٹی و نطفہ سے پیدائش اور یوم آخرت یاد دلاتا ہے۔ لیکن وہ ان تمام کا کفر کرتے ہوئے غرور و تکبر سے کہتا ہے کہ اگر قیامت واقع بھی ہوئی تب بھی مجھ اچھی جگہ رکھا جائے گا۔ جب وہ باغ میں داخل ہوتا ہے تو وہ باغ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں اور اسے اپنا مال اور نوکر چاکر کچھ کام نہ آئے اور افسوس کرتا رہا۔[۲۷]

کردار سازی کے پہلو: اس مثال میں اللہ تبارک وتعالی نے نوجوانوں میں مال ودولت کی کثرت وکمی کی وجہ سے پیدا ہونے والی اخلاقی، معاشی اور معاشرتی بیماریوں کا علاج کرتے ہوئے انسانی سوچ وفکر کو درج ذیل اصولوں کی جانب متوجہ کرایا ہے:

۱- **مال ودولت محض فضل رب ہے نہ کہ امراء کا اللہ پر حق:** اللہ تعالیٰ نے اس مالدار کو دنیا میں مال کسی استحقاق کی وجہ سے نہیں عطافرمایا تھا بلکہ استدراج کے طور پر عطافرمایا، اور جتنے کافروں کو جو نعمتیں دیتا ہے، وہ بطور استدراج ہی ہوتی ہیں[۲۸]۔ یعنی وہ نعمتیں ان کے لئے آزمائش ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ اس کافر کو مسلمان نے کیا جواب دیا۔ مال ودولت، اہل وعیال سب اللہ کی عطا کردہ نعمتیں ہیں ان کے حصول پر ہمارا کوئی کمال نہیں۔ اس لئے کبر سے بچنا چاہئے۔

۲- **اللہ اپنی نعمت واپس لینے پر قادر ہے:** چونکہ یہ تمام اسباب دنیا عارضی ہیں اور اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ ہیں اور ہیں اور جس نے عطا کئے ہیں وہ ایک قلیل مدت (پلک جھپکنے) میں چھین بھی سکتا ہے۔ جس طرح اس مثال میں مؤمن شخص اپنے مغرور ساتھی کو سمجھاتے ہوئے کہتا ہے:

فہرست پر جانے کے لئے***

﴿وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا (٤٠) أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا﴾ [الکهف: ٤٠، ٤١]

ترجمہ: تو وہ دن دور نہیں کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمائے گا اور تمہارے باغ پر آسمان سے کوئی عذاب بھیج دے تو وہ چٹیل چکنا میدان بن جائے۔ یا اس کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تم اس کو ہرگز تلاش نہ کر سکو۔

لیکن وہ مارے غرور و تکبر کے فضل رب کا کفران کر بیٹھتا ہے تو اللہ تبارک وتعالی اسے اپنی قدرت سے اس کے باغوں کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے اور جن افراد واموال پر وہ فخر کر رہا تھا وہ اسے غضب الٰہی سے محفوظ نہ رکھ سکے۔

۳- **دنیا کی اصل حقیقت جاننا لازمی ہے** قرآن مجید کا بغور مطالعہ کیا جائے تو کہیں بھی مال واسباب دنیا کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی بلکہ اسے برائے امتحان وآزمائش ہی پیدا کیا گیا ہے۔ (۲۹) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عند اللہ دنیا وما فیہا کی کوئی حیثیت و قیمت نہیں اگر کسی چیز کی اہمیت ہے تو وہ تقوی ہی ہے (۳۰) جو عند اللہ معتبر ہے اور بروز قیامت بندہ کو شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہرہ مند کرنے کا وسیلہ بن سکتی ہے۔ اور نوجوان کو چاہیئے کہ وہ مادی چیزوں کی حقیقت سے آشنائی حاصل کرے اور ان کی اہمیت سے لازمی جان کاری حاصل کرے اور انہیں ان کے مقام ومرتبہ کے مطابق اپنی زندگی میں جگہ دے، نہ مکمل طور پر تارک دنیا بنے اور نہ ہی عبدِ دنیا کہ وہ اسے سراپا غرور تکبر بنادے۔ (۳۱)

۴- **کامیابی کا معیار کثرت اموال وافراد نہیں:** صرف دنیا کی بھلائی کے حصول پر اکتفیٰ نہ کریں بلکہ آخرت کی کامیابی کیلیئے بھی کوشاں رہیں۔ دنیا میں حصول مال واسباب ہی کامیابی کا میزان نہیں بلکہ ان کا صحیح طریقہ سے حصول واستعمال کرنا بھی لازم ہے۔ کیونکہ آخرت میں مال واسباب کے حصول واستعمال کے بارے میں بھی سوال ہوگا کہ کیسے حاصل کیا گیا اور کن ذرائع میں استعمال کیا گیا وغیرہ اور اسی وجہ سے آخرت میں دنیا کے کئی باعزت اور کثرتِ مال ومتاع رکھنے والے بے عزت نظر آئیں گے اور واصل جہنم ہونگے۔(۳۲)

۵- **تقسیم مال واسباب حتمی نہیں:** انسان کو یہ جاننا چاہیئے کہ تقسیم مال واسباب حتمی نہیں کہ وہ ان پر تکبر کرے اور دوسروں کا تمسخر اڑائے۔ بلکہ وقتاً فوقتاً مال واسباب لوگوں میں منتقل ہونے کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ اور کئی لوگ جو اغنیاء ہیں وہ ماضی میں غریب تھے اور ایسے بھی غریب لوگوں کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے جو کبھی معزز اور اغنیاء تھے ۔ مال ودولت کی طرح علم وحکمت، عزت وشہرت، ملوکیت وبادشاہت وغیرہ بھی لوگوں کے درمیان بامر الٰہی گھومتے پھرتے رہتے ہیں آج کسی ایک کے لئے آزمائش ہیں تو آئندہ کل کسی دوسرے کی آزمائش بن جاتے ہیں۔ اسی بناء پر ایماندر ساتھی نے اپنے مالدار کو کہا کہ ممکن ہے کہ میرا رب مجھے ان باغوں

سے بھی بہتریں عطا فرمائے اور تمہارے یہ باغ تباہ وبرباد ہو جائیں۔ (۳۳)
یہی درس ہمیں آئندہ آیات (۳۴) میں بھی ملتا ہے کہ آخر کار جب غرور و تکبر کا یہ پتلہ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو وہ خالی ہاتھ ہی جاتا ہے بلکہ یوم قیامت بھی خالی ہاتھ وننگے بدن ہی اٹھایا جائے گا۔ (۳۵) مگر اس کا وہ مال جس پر غرور و تکبر کرتا تھا کسی اور کے ہاتھوں میں منتقل ہو جاتا ہے۔

ضمنی تربیتی پہلو: ان دو لوگوں کے درمیان قرآنی مکالمہ کے مطالعہ سے مندرجہ بالا اصولِ کے علاوہ درج ذیل معاشرتی امور بھی سامنے آتے ہیں جو یقیناً عقائد واخلاقیات میں ہماری رہنمائے کرتے ہیں:

۱- **شرک کی ہر قسم سے بچنا چاهئیے:** شرک مع تمام اقسام ممنوع ومذموم اور موجب سزا وعقاب ہے۔ اور بندہ کو چاہئے کہ وہ ہر وقت اللہ تبارک وتعالی کا شکر گذار رہے اور اس کی تسبیح و تہلیل سے رطب السان رہے۔ اپنے آپ کو اللہ اور اسکی قدرتِ تامہ کے سامنے عاجز ولاچار جانے اور کسی بھی طرح اسکی ہمسری وبرابری کرنے سے گریزاں رہے چاہے ظاہری ہو یا مخفی ہو۔ کیونکہ مالدار کا تکبر وغرور کی وجہ سے انکارِ قدرت الٰہی کرنا اور یہ کہنا کہ:

﴿أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا﴾ [الکهف:۳۴]

ترجمہ: جس شخص کے پاس پھل تھے اس نے اپنے ساتھی سے بحث کرتے ہوئے کہا میں تم سے زیادہ مالدار ہوں اور میرے پاس بہت آدمی ہیں

شرک ہی کی طرف گامزن کرتا ہے اور متصل آیت کریمہ میں ظلم (۳۶) یعنی کفر (۳۷) سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس قسم کے تکبر کو علماء ومفسرین نے موجب عذابِ الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ (۳۸) جس سے اہلِ مال ومتاع کو ہمیشہ خبردار رہنا چاہیئے۔

۲- **غریبوں کی تذلیل نہ کرنا:** اور نہ ہی انہیں احساس محرومی کا شکار رکھیں بلکہ زیادہ مال ہو توان لوگوں کی کی امداد کریں اور اللہ کا شکر بجالائیں (نعمت کا صحیح استعمال کریں)۔اور کسی کی تذلیل وتوہین نہ کریں کیونکہ بقول اقبال: نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں

کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں (۳۹)

۳- **ہرخوشی وکامیابی پرشکرکرنا:** تمام قسم کے مال واسباب اور خوشی وکامرانی کے حصول پر بلکہ جو چیز پسند بھی آئے اسے دیکھ کر بھی ماشاء اللہ کہنا چاہیئے (۴۰) اور اللہ کے فضل وکرم کو اساس اور وجہ سمجھنا چاہیئے، نہ کہ اپنے آپ کو مستحق نعمت۔

۴- **مال ودولت پرتکبر کا ایک عمدہ علاج:** تکبر کے اسباب کئی طرح کے ہوتے ہیں جن میں سے اہم: مال ، اولاد، جاہ وجمال، ملک

و بادشاہت، علم و فہم وغیرہ ہیں اور یہاں ان میں سے بطور نمونہ فقط "دو عمدہ باغیچوں" اور "کثرت افراد" کا بیان ہوا ہے جن پر قیاس کرتے ہوئے تکبر وغرور کے حامل شخص کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی حقیقت اور اصلیت (کہ اس کی حقیقت مٹی اور پانی کا ایک غلیظ قطرہ اور وہ ایک گوشت کا لوتھڑا تھا) یاد رکھتے ہوئے تکبر سے دور رہے اور یہ یقین کر لے کہ عند اللہ ان تمام اسباب دنیوی کی حیثیت ایک تنکہ جتنی بھی نہیں تو ان پر تکبر کیسا!؟ اور کیوں!؟

اسی طرح جس شخص کے دل سے مال واسباب پر فخر و تکبر کرنے کی "مضر اخلاقیات" بیماری کا علاج نہ ہو سکے تو اس قصہ کے بعد متصل آیات میں تکبر کا ایک عمدہ علاج بھی بیان کیا گیا ہے کہ: ایسا شخص اپنے سامنے مشاہد قیامت رکھے اور یہ جان لے کہ وہ یومِ حشر میں کھڑا ہے جہاں پر نفسا نفسی کا عالم ہے اور اس کے تمام مال واسباب فنا ہو چکے ہیں اور کامیابی کے معیار کے لئے اس کے پاس "نیک اعمال" باقی ہیں اور اس دن اسی طرح پیش کئے جائیں گے جس طرح پیدا ہوئے تھے[۴۱] اور فیصلے کے لئے اعمال نامہ ہی پیش کیا جائے گا ہمارے مال واسباب نہیں۔) اگر یہ مثال سامنے رکھی جائے تو یقیناً کثرت مال ودولت ہونے کے باوجود دل میں تکبر کی بیماری نہیں بلکہ لوگوں سے

شفقت و مہربانی اور احسان سے پیش آنے کی "اعلی اخلاق" صفات پروان چڑھیں گی۔

۳- قصہ سیدنا موسی وخضر علیہما السلام اور نوجوان کی کردار سازی

یہ قصہ اصحابِ کہف کی طرح تفصیلا بیان ہوا ہے جو آیت نمبر ۶۰ سے ۸۲ تک ہے ۔اس میں دورانِ تعلم ، معلّم و متعلّم کے درمیان تعلق کو اجاگر کیا گیا ہے جس سے حصولِ علم کی اساس اور اپنا موقف پیش کرنے کے قواعد وضوابط اخذ کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ سفرِ علم اپنے اندر کئی ضمنی تربیتی پہلو سموئے ہوئے ہے جنہیں یہاں مختصرا[۴۲] پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

خلاصہ قصہ حضرت موسیٰ اپنے نوجوان[۴۳] شاگردِ خاص کے ساتھ ، حضرت خضر (علی نبینا وعلیہم السلام) کی طرف سفر علم کے لئے روانہ ہوئے اور مجمع البحرین پر ملاقات کے بعد نئے علمی سفر کا آغاز کیا۔ جس میں تین امور میں ان کے درمیان علمی اختلاف ہوا جو وجہ فراق بنا۔اور آخر میں حضرت خضر علیہ السلام ان امور کی حقیقت وحکمت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے واضح کرتے ہیں۔

کردار سازی کے پہلو: اس قصہ سے درج ذیل امور سامنے آتے ہیں جنہیں طلباء اور اساتذہ اپنے تعلیمی میدان میں بروئے کار لاتے ہوئے کامیابی سے ہم کنار ہو سکتے ہیں:

۱- **راہِ علم میں سب سے بڑی رکاوٹ تکبر ھے**: اس قصہ میں اللہ تعالیٰ نے تعلیمی میدان میں سر گرداں نوجوانوں کو یہ درس دیا ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بہت برگزیدہ اور اولوالعزم نبی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت علم بذریعہ وحی عطا فرمایا تھا، کثیر معجزات دیئے تھے اور بہت عزت اور وجاہت عطا فرمائی تھی اس کے باوجود حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے حصول علم کی غرض سے حضرت خضر (علیہ السلام) کے پاس جانے میں عار نہیں سمجھا[۴۴] اور اس کو اپنی شان اور فضیلت کے خلاف نہیں گردانا تو تم لوگ جو صرف (حواسِ خمسہ) کے ذریعے محدود علم حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو بڑا عالم سمجھتے ہوئے مزید حصولِ علم سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہو تو اس طرح تمہارا تکبر کرنا مذموم ہے۔ جس طرح (امراء قریش) نے تکبر کی وجہ سے نبی کریم ﷺ اور فقراء مسلمین کے ساتھ (علمِ ربانی) سے گریز کیا اور آپ ﷺ کی مجلسِ علم میں بیٹھنے سے انکار کر کے اپنا ہی نقصان کیا اسی طرح کہیں تم بھی اس تکبر کی وجہ سے اپنا ہی نقصان نہ کر بیٹھو۔

۲- **استاد وشاگرد کے درمیان علم سیکھنے کی شرائط مقرر کرنا**: استاد و شاگرد اگر ماحول تعلم کو بہتر اور زیادہ مفید بنانے کے لئے اس قصے کی طرح[۴۵] کوئی مخصوص طریقہ یا شروط مقرر کرلیں تو یہ

بہتر نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔ اور استاد و طلباء کے درمیان کسی مسئلہ یا نکتہ نظر میں اختلاف کی وجہ سے لڑائی جھگڑے سے محفوظ بھی رہا جا سکتا ہے۔

۳- **استاد وشاگرد کے مابین اختلاف :** استاد وشاگرد کے رشتہ کو روحانی باپ اور اولاد کا درجہ دیا جاتا ہے اور ان کے درمیان وقوعِ اختلاف نسبتًا کم ہی ہوتا ہے۔ چونکہ یہ دونوں ہی انسان ہوتے ہیں اسلئے ان کے مابین وقوع اختلاف ممکن ہے۔ اگر استاد وطالبِ علم میں کوئی اختلاف ہو تو اسے پیار و محبت سے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اگر جدائی کے سوا کوئی صورت نہ بنے تو اس وقت بھی اس رشتہ کی عظمت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مہذب اور با ادب طریقہ اختیار کیا جائے اور ایک دوسرے کے سامنے اپنا موقف مع دلائل پیش کیا جائے۔ جیسا کہ اس قصہ میں پہلے حضرت موسی علیہ السلام نے کیا اور بعد میں حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے نکتہ نظر مع دلائل بیان کیا اور جدائی کا اعلان کرتے ہوئے کہا : ﴿قَالَ هَٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي﴾ [الکھف:۷۸]

۴- **حصول علم کی سعی کریں چاہے کسی کے بھی پاس ہو اور جتنا بھی دور ہو:** علم چونکہ نور کی مانند ہے اور اس قصہ میں اللہ کے اولو العزم نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے راہِ علم میں طویل سفر کر کے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ آپ کے پاس جتنا بھی علم ہے وہ کم ہے اور زیادہ علم

حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہنا چاہئے اور حصولِ علم میں اپنی "انا" کو ختم کرتے ہوئے ہر انسان سے حصولِ علم کے لئے تیار رہنا چاہئے۔[۴۶]

۵- **استاد کے سامنے اپنا نکتہ نظر پیش کرنا:** جیسا کہ بیان ہوا کہ استاد وشاگرد دونوں بحیثیت انسان مختلف نکتہ نظر کے حامل ہو سکتے ہیں اور دونوں میں اختلاف واقع ہو سکتا ہے لیکن جب یہ نوبت پیش آئے تو طالب علم کو چاہئے کہ وہ استاد کے سامنے اپنی رائے مع دلیل پیش کرے اور یہ تمام عمل دائرہ ادب میں رہ کر بخوبی انجام دیا جائے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے علم کے مطابق جب کشتی میں سوراخ کیا تو حضرت موسی علیہ السلام کی رائے مختلف تھی تو آپ نے اعتراض مع سبب پیش کیا اور کہا:

﴿قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا﴾[الکهف:۷۱]

ترجمہ: (حضرت موسیٰ نے) کہا کیا آپ نے اس (کشتی) کو اس لئے توڑا ہے کہ اس میں سوار لوگ ڈوب جائیں، یہ تو آپ نے بہت خطرناک کام کیا ہے۔

اور اسی طرح دوسرے دو معاملات میں بھی اپنی رائے مع دلیل بیان کی۔

۶- **اختلافِ رائے کے باوجود شاگرد کو مواقع تعلم فراہم کرنا:** استاد چونکہ معاملہ فہمی میں طالبِ علم سے برتر ہوتا ہے اس لئے اگر طلبہ کے رویہ سے ماحولِ تعلیم خراب ہو رہا ہو، تو استاد کو چاہئے کہ وہ طلباء کے اس رویہ سے پہلو تہی کرے اور طلبہ کو سیکھنے کا زیادہ سے زیادہ مواقع

فہرست پر جانے کے لئے***

فراہم کرے۔ جیسا کہ قصہ موسی و خضر میں ہوا کہ حضرت موسی علیہ السلام نے تین جگہوں پر اپنی اختلافی رائے پیش کی لیکن ہر بار حضرت خضر علیہ السلام نے "مقررہ شرائط" یاد دلائی اور مواقع فراہم کرتے رہے۔ اور اسی طرح حضرت موسی علیہ السلام نے بھی اپنے نوجوان شاگرد اور رفیقِ سفر سے درگذر کا معاملہ فرمایا جب وہ مچھلی کے معاملے کے متعلق آپ کو اہم بات بتانا بھول گیا تھا۔ ان تمام امور سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ استاد کو چاہیئے کہ وہ طلبہ کی چھوٹی موٹی لغزشوں سے درگذر کرتا رہے۔[۴۷]

دیگر ضمنی تربیتی امور: قصہ موسی و خضر علیہما السلام سے تعلیم و تعلم کے متعلق مندرجہ بالا اساسی امور کے علاوہ عصر حاضر کے نوجوان کے لئے درج ذیل معاشرتی واخلاقی تربیتی امور بی سامنے آتے ہیں:

۱۔ **بڑوں کے اختلاف پر خاموشی اختیار کرنا:** حضرت موسی علیہ السلام کا شاگرد بھی آپ کا رفیق سفر تھا اور اس قصے کا بغور مطالعہ کیا جائے تو وہ ایک اور اہم پہلو عیاں کرتا ہے کہ جب بھی حضرت موسی و خضر علیہما السلام کے درمیان اختلاف ہوا تو اس عظیم شاگرد نے ہر موقع پر مودبانہ خاموشی اختیار کر کے عصر حاضر کے نوجوان کو یہ درس دیا ہے کہ وہ بھی بڑوں کے درمیان اختلاف واقع ہونے پر زبان بندی کو شیوۂ ادب سمجھے۔

ع : بے ادب محروم ماند از لطف رب۔[۴۸]

۲- **اقل الضررین کے اصول پر عمل کرنا:** کسی شخص یا قوم کو یقینی علم کی بنیاد پر بڑے نقصان سے بچانے اور اس کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہوئے چھوٹے اور عارضی نقصان میں مبتلا کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ جیسا کہ اصولی قاعدہ بھی ہے کہ جب دو نقصان دہ چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار کرنا لازم ہو تو کم نقصان والی چیز اختیار کی جائے۔[۴۹] اور حضرت خضر علیہ السلام نے بھی کم نقصان والی چیزوں کو حکمت الٰہی سے اختیار کیا۔

۳- **قضاوقدر پر صبر کرنا:** کسی چیز کے قبل از وقت ضیاع پر کفِ افسوس ملنا کم حوصلے کی نشانی ہوتا ہے۔ لیکن اگر اسے خالقِ حقیقی کی طرف سے امتحان سمجھ لیا جائے تو باقی زندگی بخوبی گذارنا کوئی مشکل نہیں ہوتا۔ اور اللہ سے نعم البدل کی امید رکھنا مستقبل کے بڑے فیصلوں کیلئے مثبت کردار ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ خضر علیہ السلام نے کہا کہ "اللہ نے اس بچہ کے والدین کے ساتھ بہتری کا ارادہ کیا تھا"۔[۵۰]

۴- قصہ ذوالقرنین اور نوجوان کی کردار سازی:

یہ قصہ چونکہ ذوالقرنین کے متعلق استفسار کی وجہ سے نازل ہوا۔ تو اس قصہ میں قریش مکہ کو ذوالقرنین کی تاریخ بتانے کی بجائے ان کی زندگی کے متعلق کچھ اہم واقعات بیان فرمائے ہیں جس کے ضمن میں رشد و ہدایت کا پہلو ہے کیونکہ قرآن

فہرست پر جانے کے لئے***

مجید بنیادی طور پر کوئی تاریخی یا جغرافیائی کتاب نہیں[۵۱] بلکہ یہ کتابِ ہدایت ہے۔[۵۲]

خلاصہ قصہ: یہ ایک ایسے بادشاہ کی جنگی مہمات کا قصہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اسباب و وسائل اور قوّت وطاقت کی فراوانی سے نوازا تھا۔ وہ شرق وغرب کے ممالک کو فتح کرتا ہوا ایک ایسے پہاڑی درے پر پہنچاجس کی دوسری جانب یاجوج وماجوج تھے، جن کا شیوہ ہی لوگوں کو نقصان پہنچانا تھا۔اس بادشاہ نے یاجوج وماجوج کا راستہ بند کرنے کے لئے (اپنی قوت وطاقت اور علم وحکمت کے استعمال سے) نہایت مضبوط بند تعمیر کیا۔ وہ اللہ کو ماننے والا اور آخرت پر یقین رکھنے والا نہایت نیک شخص تھا وہ نفس پرست اور دولت کا حریص نہیں تھا۔[۵۳]

اس سورۃ کے گذشتہ قصوں میں نوجوانوں کے عقائد، ان کے اخلاقی، سماجی، معاشی ومعاشرتی پہلوؤں کو بتفصیل بیان کیا گیااور اس کے علاوہ تعلیم میدان میں پیش آمدہ مسائل کا بھی ازالہ کیا گیا ہے۔ چونکہ آج کا نوجوان ہی کل کا حکمران ہے اور اسی نے مناصبِ شاہانہ پر متمکن ہونا ہوتا ہے ۔ جہاں اسے حکمت ودانائی، علم وعمل اور قوت وطاقت کا صحیح اور مناسب استعمال کرنا ہوتا ہے۔ یہاں اس قصے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے نوجوانوں کی تربیت کے لئے دو اہم اصول بیان کئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

فہرست پر جانے کے لئے***

۱- **صاحبِ اقتدار حق پر رہے اور اسکا ابلاغ بھی کرے:** جب اللہ تعالی کسی بندہ کو عقل ودانش، اسباب ووسائل، قوّت وطاقت علم وحکمت کی فراوانی سے نوازے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کا طابعِ فرمان رکھے اور اپنے زیرِ اثر لوگوں کو بھی صحیح راہ کی طرف متوجہ کرتا رہے۔ اسی طرح سائنس وٹیکنالوجی اور جدید عصری علوم کے حامل لوگوں پر بھی حق پر ثابت قدم رہتے ہوئے اسکی طرف بلانا حسبِ استطاعت واجب ہے۔ اور یہ طریقہ اللہ کے اس نیک بندے ذوالقرنین کا تھا کہ آپ وسیع حکومت اور بادشاہت ہونے کے باوجود مختلف لوگوں کے پاس جاتے تھے اور انکے مسائل کی اصلاح کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف خوف ورجاء کے ذریعے بلایا جائے۔ [۵۴]

۲- **علم وحکمت کو عوام کی بھلائی میں استعمال کرنا:**
چونکہ ذوالقرنین کے پاس اس وقت کی جدید ترین ٹیکنالوجی موجود تھی اور مال ومتاع بھی کثرت سے تھا اس لئے آپ نے لوگوں سے یاجوج وماجوج کے فتنہ کے دفاع میں ایک دیوار بنائی جس میں اس نے اپنے وقت کی جدید ٹیکنالوجی استعمال کرتے ہوئے (لوہا اور تنبا پگاھل کر) ایک ایسی دیوار کھڑی کردی جس سے لوگ یاجوج وماجوج کے شر سے محفوظ ہوئے۔ اس مثال سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ کہ ہر صاحبِ ثروت کو چاہئے کہ وہ عوام کی

فہرست پر جانے کے لئے***

فلاح و بہبود میں اپنے مالی، علمی اور سائنسی وسائل کو استعمال کرے اور عصرِ حاضر میں ظہور شدہ جدید طرقِ شر اور فتن سے حق کا دفاع کرتا رہے اور اس تمام عمل میں اگر عوام کی مدد درکار ہو تو اسے حاصل کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرے جس طرح ذوالقرنین نے لوگوں سے افرادی قوت حاصل کی۔ اور حکومت و عوام دونوں اس دفاعی عمل کا حصہ بنے اور دونوں شرّ محفوظ میں رہے۔

۵- چاروں قصوں میں میں مشترکہ تربیتی پہلو:

مذکورہ بالا قصوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نوجوان کی کردار سازی کے متعلق درج ذیل مشترک امور سامنے آتے ہیں:

۱- **ہر قسم کے غرور وتکبر سے بچنا چاہئیے** کسی بھی چیز پر کبھی بھی تکبر و غرور نہ کیا جائے کیونکہ یہ تمام چیزیں درحقیقت انعام باری تعالی ہیں اور اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کو عطا کی گئی ہیں، جن کے حصول میں بندے کا عمل دخل کم (فقط ابتدائی قدم پر منحصر ہوتا ہے) اور قدرت الہٰی کا عمل دخل اور فضل و کرم زیادہ ہوتا ہے ۔ [۵۵] ان قصص میں بھی چاہے ایمان کی بات ہو یا علم و دولت اور ملک و سلطنت کی تمام چیزیں اللہ کی طرف سے نعمت کردہ بتائی گئی ہیں۔

۲- **تقسیم باری تعالیٰ پر راضی رہنا چاہئے** تقسیم باری تعالی حکمتوں سے بھری ہے اور انصاف نہیں بلکہ عدل کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ کسی کو علم و حکمت کی دولت تو کسی کو مال وملکیت اور کسی کو ملک وسلطنت سے مالامال کیا گیا ہے لیکن ان سب میں کامیاب وہ ہے جسے ان تمام چیزوں کے ساتھ کامل و پختہ ایمان سے بھی نوازا گیا ہو۔

۳- **ہر کام میں قربانی ناگزیر ہے:** اصحابِ کہف نے صحیح ایمان وعقیدہ کی حفاظت کے لئے اہل وعیال کی قربانی دی، تو حضرت موسی علیہ السلام اورآپ کے شاگرد نے سفر علم کے لئے گھر بار چھوڑ کر سفر کی سخت صعوبتیں برداشت کیں، اور آخر میں ذوالقرنین نے اپنے علم وحکمت اور حکومت وسلطنت کے خزائن کا استعمال لوگوں کی فلاح پر قربان کیا اور اس وقت یقینا ان چیزوں میں ان تمام لوگوں اورآس پاس والوں کے لئے ظاہری وباطنی فوائد تھے لیکن یہ قصے اب بھی عصر حاضر کے نوجوان کے لئے مختلف علمی وعملی میدانوں میں ایک بہترین نمونہ پیش کرتے ہیں۔

فہرست پر جانے کے لئے***

خاتمہ:

مندرجہ بالا امور کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ ان قصص میں نوجوانوں کی مختلف گوشوں سے تربیت واصلاح کی گئی ہے اور ان سب کی اساس عقیدہ وایمان ہے جس کے بعد اخلاقی ومعاشرتی امور کی اصلاح کرتے ہوئے دوسرے قصہ میں معاشرے میں موجود ایک اہم اخلاقی مرض "تکبر" کی تشخیص، اسکے اسباب اور ان کا حقیقی علاج بیان کیا گیا ہے جنہیں سامنے رکھتے ہوئے نوجوان کثرت مال ودولت ہونے کے باوجود معاشرے میں موجود اپنے ساتھیوں کو ان کا انسانی مقام ومرتبہ دینے کو تیار ہوتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ رحم وشفقت اور احسان کا برتاؤ کرنے کے قابل بن جاتے ہیں۔ تیسرے قصہ میں نوجوانوں کو علمی میدان میں درپیش مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے کہ علم پر تکبر سے بچا جائے اور ساتھ ہی یہ بھی باور کرایا گیا ہے کہ ہمیں ہر وقت مزید حصول علم کرنا چاہیئے اور استاد کو اسکا مقام ومرتبہ دیا جانا چاہیئے جو کہ نوجوانوں میں ناپید ہے اور اگر طلبہ واستاد میں اختلاف ہو تو اسے بھی احسن انداز سے ختم کیا جانا چاہیئے اور فراق وجدائی کی نوبت آئے تو بھی احسن انداز سے وقوع پذیر ہونی چاہیئے۔ آخری قصہ "ذوالقرنین" میں واضح کردیا گیا ہے کہ کوئی نوجوان علم وحکمت سے آراستہ ہوکر سائنسی بلندیوں تک پہنچ جائے یا پھر وہ اقتدار وحکومت کی عظیم الشان عمارتوں میں پہنچ جائے تو اسے اپنی قوّت وطاقت عام لوگوں کے دفاع اور ان کی بھلائی کے لئے استعمال کرنی چاہیئے اور اپنی رعایہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور ان کی اصلاح کرتا رہے۔ وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم...

فہرست پر جانے کے لئے***

حوالہ جات

(۱) صحیح مسلم صحیح مسلم (۱/۵۵۵) حدیث نمبر: ۸۰۹ کتاب: صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب ۴۴- باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الکرسی

(۲) ملاحظہ ہو: التفسیر الموضوعی للسور القرآن، باشراف: د/ مصطفیٰ مسلم، کلیۃ الدراسات العلیا والبحث العلمی، جامعۃ الشارقۃ، الإمارات العربیۃ المتحدۃ، ط: ا، سن: ۲۰۱۰ء، ج ۴، ص ۲۳۸

(۳) سیرۃ ابن ہشام ت السقا (۱/۳۰۱)

(۴) یہ مضمون: سورت بنی اسرائیل کی آیت ۲۲ سے شروع ہو کر آیت ۳۹ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

(۵) بیبی مریم کا ذکر آیت: ۱۶سے شروع ہو کر۴۰ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ملاحظہ ہو: تفسیر حدائق الروح والریحان فی روابی علوم القرآن (۱۷/۲۴۴)

(۶) ملاحظہ ہو: آیات [مریم: ۱۶، ۱۷]

(۷) صحیح مسلم صحیح مسلم (۱/۵۵۵) حدیث نمبر: ۸۰۹ کتاب: صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب ۴۴- باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الکرسی

(۸) کہف: کے معنی ہیں پہاڑ میں ایک غار۔المفردات فی غریب القرآن (ص: ۴۴۲) یہ غار کس جگہ پر واقع ہے اس کے تعینِ مقام میں علماء کا اختلاف ہے، اکثر علماء نے یہ کہا کہ یہ سرزمین ایلہ (بحر شام کے ساحل پر یہود کا ایک شہر) میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ارض نینویٰ (عراق کے مضافات میں کربلا وغیرہ پر مشتمل علاقہ) میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ بلقاء (اردن کا وہ علاقہ جو دریائے اردن کے مشرق میں اور آج کل اردن کے دارالحکومت عمان کے علاقہ ابوعلندہ کی ایک بستی "رجیم" کے نام سے مشہور ہے اور بقول اہل علاقہ یہ نام رقیم کی بگڑی ہوئی صورت ہے (الحمدللہ راقم کو اس غار کی زیارت کا شرف حاصل ہوا جس میں داخل ہوتے ہی دونوں جانب تین تین قبریں بنی ہوئی ہیں جو زمین سے تقریباً پانچ فوٹ اونچی بنی ہوئی ہیں اور مجاور کے مطابق وہاں سات لوگ دفن ہیں۔غار کے اوپر اوپر مسجد تعمیر ہے)، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ روم کے شہروں میں ہے۔

(۹) رقیم: جگہ کا نام ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ اس پتھر کا نام ہے جس پر اصحاب کہف کے نام لکھے ہوئے تھے۔ مفردات الفاظ القرآن (۱/۴۱۲)

فہرست پر جانے کے لئے***

(۱۰) {إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى} [الکہف: ۱۳] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں: الفتى الطرى من الشباب، والأنثى فتاة، والمصدر فتاء، ويكنى بهما عن العبد والأمة. ملاحظہ ہو: تازہ نوجوان لڑکا یا لڑکی۔ اور فتی مصدر فتاء ہے ۔ فتی اور فتاۃ غلام و باندی کو بھی کہا جاتا ہے۔ مفردات الفاظ القرآن۔(۲/۱۷۷)

(۱۱) ملاحظہ ہو: [النحل: ۱۲۵]

(۱۲) ملاحظہ ہو: تفسیر حدائق الروح والریحان فی روابی علوم القرآن (۲۹۱/۱۶)

(۱۳) ملاحظہ ہو: حدیث حضرت ابو سعید خدری (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: عنقریب مسلمان کا سب سے بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی، وہ اپنے دین کی حفاظت کے لئے ان بکریوں کو لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں پر چلا جائے گا۔ (صحیح البخاری رالحدیث: ۱۹ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۶۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۸۰، مئوطا امام مالک رقم الحدیث ۶۰۱ صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۵۹۵۵، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۰۴۶ عالم الکتب)، عزلہ کی تائید میں علماء و مفسرین کے تفصیلًا اقوال کے لئے ملاحظہ ہو: تفسیر تبیان القرآن، سورۃ الکہف: ۹

(۱۴) تفسیر القرطبی (۳۱۰/۱۰) اور ملاحظہ ہو: التحریر والتنویر (۲۶۰/۱۵)

(۱۵) کلیات اقبال، بانگ درا، ص ۲۲۳

(۱۶) ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبی (۳۱۰/۱۰)

(۱۷) تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۴۷، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ

(۱۸) ملاحظہ ہو: تفسیر الوسیط للزحیلی (۱۴۱۳/۲)

(۱۹) ایضاً: التفسیر الوسیط للزحیلی (۱۴۱۳/۲)

(۲۰) کلیات اقبال، بانگ، درا، ص ۲۰۳

(۲۱) ملاحظہ ہو: سیرۃ ابن ہشام (۴۸۳/۱) باب ہجرت الرسول ﷺ

(۲۲) {إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا} [الکہف: ۳۰]

(۲۳) تفسیر البغوی-إحیاء التراث (۱۸۸/۳)

(۲۴) ملاحظہ ہو حدیث: ۹۹/۳۳۱، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «إِنِّي لأَنْسَى أَوْ أُنَسَّى لِأَسُنَّ» موطأ مالک ت الأعظمی (۱۳۸/۲)

فہرست پر جانے کے لئے***

(۲۵) کلیات اقبال، طلوعِ اسلام، ص

(۲۶) ملاحظہ ہو: تفسیر الماوردی = النکت والعیون (۳۰۶/۳)

(۲۷) ملاحظہ ہو: سورۃ کہف آیات: ۳۱-۳۹

(۲۸) ملاحظہ ہوں آیات: [الأعراف: ۱۸۲] [القلم: ۴۴]

(۲۹) {الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا} [الكهف: ۴۶]

(۳۰) ارشاد باری تعالی ہے: {إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ} [الحجرات: ۱۳]

(۳۱) {إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ} [لقمان: ۳۳]

(۳۲) ملاحظہ ہو: تفسیر الطبری = جامع البیان ت شاکر (۹۰/۲۳)

(۳۳) تفسير البغوي -إحياء التراث (۱۹۳/۳)

(۳۴) {لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ} [الكهف: ۴۸]

(۳۵) ملاحظہ ہو: تفسیر السمرقندی = بحر العلوم (۳۵۰/۲)

(۳۶) {وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ} [الكهف: ۳۵]

(۳۷) تفسیر الطبری = جامع البیان ت شاکر (۲۲/۱۸)

(۳۸) تفسیر السمرقندی = بحر العلوم (۳۴۷/۲)

(۳۹) کلیات اقبال، علامہ محمد اقبال، بانگ درا، ص ۳۳۳ روبی پبلی کیشنز، لاہور، ط: ۲۰۱۱ء

(۴۰) تفسير البيضاوي = أنوار التنزيل وأسرار التأويل (۲۸۱/۳) کئی احادیث میں بھی ان کلمات کی ترغیب دی گئی ہے اور اسے جنت کا خزانہ قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو: مسند أحمد ط الرسالة (۳۴۵/۱۳) حدیث نمبر: ۷۹۶۶، ۱۰۰۵۶

(۴۱) {كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ} [الكهف: ۴۸]

(۴۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں امام فخر الدین رازی کی تفسیر مفاتح الغیب (تفسیر کبیر)

(۴۳) حضرت یوشع بن النون کو قرآن میں فتی کہا گیا ہے: یہاں فتی سے مراد حضرت یوشع بن نون ہے۔ علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: اس لفظ کا معنی ہے نوجوان لڑکا یا لڑکی، غلام اور باندی کو بھی فتی کہا جاتا ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۸۲، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ) حضرت یوشع حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ

فہرست پر جانے کے لئے***

رہتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے اور کلام عرب میں فتی جوان آدمی کو کہتے ہیں اور چونکہ عام طور پر خدمت جوان آدمی کرتے ہیں اس لئے بہ طور ادب خادم کو فتی کہتے ہیں۔

(۴۴) تفسیر الرازی = مفاتیح الغیب او التفسیر الکبیر (۴۸۴/۲۱)

(۴۵) {وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِۦ خُبْرًا (٦٨) قَالَ سَتَجِدُنِىٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ صَابِرًا وَلَآ أَعْصِى لَكَ أَمْرًا} [الکہف: ۶۸،۶۹]

(۴۶) ملاحظہ ہو: [الکہف: ۶۰-۶۱]

(۴۷) تفسیر الرازی = مفاتیح الغیب او التفسیر الکبیر (۴۸۵/۲۱)

(۴۸) مثنوی معنوی، مولانا جلال الدین محمد بن محمد رومی، ص ۸

(۴۹) تفسیر الرازی = مفاتیح الغیب او التفسیر الکبیر (۴۹۰/۲۱) دیکھیں: التقریر والتحبیر علی تحریر الکمال بن الهمام (۱۴۱/۲)

(۵۰) [الکہف: ۸۱]

(۵۱) تلخیص از: تفسیر تبیان القرآن، علامہ سعیدی، سورۃ الکہف: ۸۲

(۵۲) ملاحظہ ہو: [البقرۃ: ۱۸۵]

(۵۳) ان خصوصیات کا حامل صرف وہ شخص ہے جو فارس کا حکمران تھا۔ جسے یونانی سائرس، عبرانی خورس اور عرب خسرو کے نام سے پکارتے ہیں اس کا دور حکم رانی تقریباً ۵۳۹ قبل مسیح ہے۔ ملاحظہ ہو: تفسیر تبیان القرآن، الکہف: ۸۳ کے ذیل۔

(۵۴) ملاحظہ ہو: [الکہف: ۸۷]

(۵۵) ملاحظہ ہو: صحیح البخاری (۱۵۷/۹) حدیث نمبر: ۷۵۳۶

مصادر و مراجع

القران الکریم

۱- تفسیر البیضاوی = إنوار التنزیل وإسرار التأویل، ناصر الدین إبو سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی (المتوفی: ۶۸۵ھ) المحقق: محمد عبد الرحمٰن المرعشلی، لناشر: دار إحیاء التراث العربی – بیروت لطبعۃ: الأولی - ۱۴۱۸ھ

۲- تفسیر التحریر والتنویر «تحریر المعنی السدید وتنویر العقل الجدید من تفسیر الکتاب المجید»، المؤلف: محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر بن عاشور التونسی (المتوفی: ۱۳۹۳ھ)، الناشر: الدار التونسیۃ للنشر – تونس

۳- تفسیر السمرقندی = بحر العلوم، بحر العلوم، المؤلف: إبو اللیث نصر بن محمد بن إحمد بن إبراہیم السمرقندی (المتوفی: ۳۷۳ھ)

۴- تفسیر الطبری = جامع البیان، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی، إبو جعفر الطبری (المتوفی: ۳۱۰ھ)، المحقق: إحمد محمد شاکر، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م

۵- تفسیر القرطبیؒ، إبو عبد اللہ محمد بن إحمد بن إبی بکر بن فرح الأنصاری الخزرجی شمس الدین القرطبیؒ (المتوفی: ۶۷۱ھ)، تحقیق: إحمد البردونی وإبراہیم إطفیش، الناشر: دار الکتب المصریۃ - القاہرۃ

۶- التفسیر الموضوعی للسور القرآن، باشراف: د/ مصطفیٰ مسلم، کلیۃ الدراسات العلیا والبحث العلمی، جامعۃ الشارقۃ، الإمارات العربیۃ المتحدۃ، ط: ۱، س: ۲۰۱۰ء

۷- تفسیر الوسیط، د وہبۃ بن مصطفیٰ الزحیلی، الناشر: دار الفکر – دمشق، الطبعۃ: الأولی - ۱۴۲۲ھ

۸- تفسیر تبیان القرآن، غلام رسول سعیدی (التوفی ۲۰۱۶ء)، ط: ۷، مئی ۲۰۰۹، فرید بک سٹال، لاہور

۹- تفسیر حدائق الروح والریحان فی روابي علوم القرآن، المؤلف: الشیخ العلامة محمد الأمین بن عبد الله الأرمی العلوی الهرری الشافعي، إشراف ومراجعة: الدکتور هاشم محمد علی بن حسین مهدی، الناشر: دار طوق النجاة، بیروت –لبنان، الطبعة: الأولی، ۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۱م

۱۰- تفسیر کبیر ج ۷ ص ۷۴۴، مطبوعہ داراحیاء التراث العربي بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۱- تفسیر معالم التنزیل فی تفسیر القرآن = تفسیر البغوی، المؤلف: محیی السنة، أبو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعي (المتوفی: ۵۱۰ھ)، المحقق: عبد الرزاق المهدی، الناشر: دار إحیاء التراث العربي –بیروت

۱۲- تفسیر الماوردی = النکت والعیون، المؤلف: أبو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، الشهیر بالماوردی (المتوفی: ۴۵۰ھ)، المحقق: السید ابن عبد المقصود بن عبد الرحیم، الناشر: دار الکتب العلمیة - بیروت / لبنان

۱۳- التقریر والتحبیر علی تحریر الکمال بن الهمام (۱۴۱/۲) أبو عبد الله، شمس الدین محمد بن محمد بن محمد المعروف بابن أمیر حاج اور انہیں ابن الموقت الحنفی بھی کہا جاتا ہے (المتوفی: ۸۷۹ھ) الناشر: دار الکتب العلمیة الطبعة: الثانیة، ۱۴۰۳ھ - ۱۹۸۳م

۱۴- سنن ابن ماجه، ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن یزید القزوینی، وماجة اسم أبیه یزید (المتوفی: ۲۷۳ھ)، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، الناشر: دار إحیاء الکتب العربیة - فیصل عیسی البابی الحلبی

فہرست پر جانے کے لئے***

۱۵- سنن ابو دائود، إبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِستاني (المتوفى: ۲۷۵ھ)، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا- بيروت

۱۶- سيرة ابن هشام، عبد الملك بن هشام بن إيوب الحميري المعافري، إبو محمد، جمال الدين (المتوفى: ۲۱۳ھ) تحقيق: مصطفى السقا وإبراهيم الأبياري وعبد الحفيظ الشلبي، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وإولاده بمصر، الطبعة: الثانية، ۱۳۷۵ھ - ۱۹۵۵م

۱۷- صحيح البخاري، الجامع المسند الصحيح المختصر من إمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وإيامه، المؤلف: محمد بن إسماعيل إبو عبدالله البخاري الجعفي، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ھ

۱۸- کلیات اقبال، علامہ محمد اقبال، بانگ درا، ص ۳۳ روبی پبلی کیشنز، لاہور، ط: ۲۰۱۱ء

۱۹- مثنوی معنوی، مولانا جلال الدین محمد بن محمد رومی، از انتشارات ھرمس، تہران، ایران، ص ۸

۲۰- مسند إحمد، إبو عبد الله إحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن إسد الشيباني (المتوفى: ۲۴۱ھ)، المحقق: شعيب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون، إشراف: د عبد الله بن عبد المحسن التركي، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۱م

۲۱- المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، المؤلف: مسلم بن الحجاج إبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: ۲۶۱ھ)، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت

فہرست پر جانے کے لئے***

۲۲- المفردات فی غریب القرآن، المؤلف: ابو القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الأصفهانی (المتوفی: ۵۰۲ھ)، المحقق: صفوان عدنان الداودی، الناشر: دار القلم، الدار الشامیۃ- دمشق بیروت، الطبعۃ: الأولی - ۱۴۱۲ھ موطأ مالک ت الأعظمی

۲۳- الموطأ، المؤلف: مالک بن انس بن مالک بن عامر الأصبحی المدنی (المتوفی: ۱۷۹ھ)، المحقق: محمد مصطفی الأعظمی، الناشر: مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نہیان للأعمال الخیریۃ والإنسانیۃ -ابو ظبی -الإمارات، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴م

فہرست مضامین

فہرست پر جانے کے لئے***